اسلامی قانونِ تعزیرات

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

(۶)

تعزیر بطور حق اللہ اور تعزیر بطور حق الانسان یا حق الفرد کے درمیان فرق و امتیاز کے جو وجوہ کتب فقہ میں بیان کیے گئے ہیں، وہ اوپر ہم نے نقل کر دیے ہیں۔ ان دو قسموں میں یہ امتیاز اگرچہ مسلّم ہے، کیونکہ بلاشبہ بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن کا ضرر افراد کی بہ نسبت معاشرے کو زیادہ پہنچتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا ضرر معاشرے کی بہ نسبت افراد کو زیادہ پہنچتا ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ کوئی جرم بھی ایسا نہیں ہے جس کا معاشرے کے مفاد سے کوئی تعلق نہ ہو، جس سے معاشرے کی حرمتوں پر کوئی دست درازی نہ ہوتی ہو، جس پر تعزیر نافذ کرنے سے معاشرے کو فائدہ نہ پہنچتا ہو، اور جس کے مجرم کو چھوڑ دینا معاشرے کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔ مثلاً کسی کو گالی دینا، یا کسی کو مارنا محض حق فرد پر ہی زیادتی نہیں ہے بلکہ معاشرے کے حق پر دست درازی بھی ہے۔ معاشرے کا اپنے تمام افراد پر یہ حق ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے قول و فعل میں قانون کی پابندی کرے، دوسروں پر دست درازی نہ کرے اور اپنے حدود کے اندر رہے۔ جو شخص کسی کو گالیاں دیتا ہے یا زدوکوب کرتا ہے وہ معاشرے کے اس حق کو پامال کرتا ہے اور اسی کا دوسرا نام حق اللہ ہے۔ دراصل یہ اللہ ہی کا حق ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کو اذیت نہ دے، اور ایسا کرنے والے کو سزا ملنی چاہیے تاکہ مجرم خود بھی اس زیادتی سے باز رہے اور دوسروں کے لیے بھی اس کی یہ سزا عبرت کی باعث ہو اور بندگانِ خدا کو امن و اطمینان نصیب ہو اور جرائم کم ہو جائیں۔ اگر اس زیادتی کے مرتکب کو سزا نہ دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود بھی جرائم کے ارتکاب میں دلیر ہو

جائے گا اور دوسرے لوگوں کے حوصلے بھی بڑھ جائیں گے ۔ لوگ قانون کی خلاف ورزی کو معمولی بات سمجھنے لگیں گے اور اس طرح جرائم پھیل جائیں گے اور اللہ کے حقوق پامال ہوں گے ۔

سب وشتم اور زدوکوب کے سلسلے میں یہ جو کچھ کہا گیا ہے ۔ یہی ان تمام جرائم کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے جن میں کسی فرد اور اس کے حقوق پر دست درازی ہوتی ہے ، حتیٰ کہ یہی بات ہم نابالغ مجرم کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کا جرم خالص حق افراد پر درست درازی ہے کیونکہ نابالغ بچے پر اللہ کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ وہ احکام الٰہی کا مخاطب ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ بچہ جس جرم کا ارتکاب کرتا ہے وہ بھی معاشرے کے حقوق پر دست درازی کے پہلو سے خالی نہیں ہوتا ، اور معاشرے کی بھلائی کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ مجرم بچوں کو ان کی عمر کے مناسب سزا دی جائے تاکہ وہ مستقبل میں جرائم پیشہ بننے سے بچیں اور دوسرے بچے بھی خراب ہونے سے محفوظ رہیں ۔ اگر ہم کم سن مجرم کو کلی طور پر غیر مکلف قرار دے کر سزا سے بری کر دیں گے تو اس کے نتائج خود اس کے لیے اور ضرر رسیدہ اشخاص کے لیے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے لیے بھی خطرناک ہوں گے ۔ آخر یہ خیال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جس نابالغ نے مثلاً زنا یا سرقے ، یا رہزنی کے جرم کا ارتکاب کیا ، اس نے معاشرے کے خلاف کوئی جرم نہیں کیا ؛ یہ قانون کی نہایت غلط تعبیر ہوگی ۔ صحیح یہ ہے کہ بچے کا جرم بھی اسی طرح معاشرے کے حقوق پر زیادتی ہے جس طرح بالغ مجرم کا جرم ہے ، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ مجرم بچے کو مقررہ سزاؤں (قصاص اور حدود) میں سے کوئی سزا نہ دی جائے گی کیونکہ ان سزاؤں کے نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ مجرم بالغ ہو ۔ مگر کوئی چیز اس امر میں مانع نہیں ہے کہ جو بچہ مقرر سزاؤں والے جرائم ، یا تعزیری سزاؤں والے جرائم میں سے کسی کا ارتکاب کرے اُسے اُس کی عمر ، حالات اور درجۂ ذمہ داری کی مناسبت سے کوئی تادیبی سزا دی جائے ۔ اور یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ نابالغوں کو جو تادیبی سزائیں دی جائیں گی ، وہ بھی تعزیرات ہی میں شمار ہوں گی ، کیونکہ تعزیر اصل میں تادیب ہی ہے ۔ یہ اصولی حقیقت اگر مان لی جائے تو پھر اُن لوگوں کی رائے قابل تسلیم نہیں رہتی جو کہتے ہیں کہ نابالغ کی تعزیر خالص حق فرد ہے ، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ کوئی جرم بھی ایسا نہیں ہے جس میں تعزیر خالصۃً بطور حق فرد واجب ہو ۔

اور بعض فقہائے نے یہ جو کہا ہے کہ بعض جرائم میں معاشرے کے حق پر افراد کا حق غالب ہوتا ہے اور ان میں عقوبت کا دیا جانا افراد کے حق سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ معاشرے کے حق سے، یہ ایک ایسا قول ہے جسے اگر قبول کر لیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرہ بعض مجرمین کو سزا دینے کا مجاز نہ رہے گا اور بالآخر وہ ہر طرح کے جرائم کا ارتکاب کرنے میں بے باک ہو جائیں گے خواہ وہ جرائم افراد کے خلاف ہوں یا معاشرے کے خلاف، اور یہ فساد و بدنظمی پر منتج ہوگا، جو شریعت اسلامیہ کی روح اور اس کے مقاصد کے خلاف ہے۔ اسی بنا پر الماوردی نے احکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی تعزیری سزا محض بطور حق فرد واجب ہو اور وہ فرد اسے معاف کر دے، مثلاً گالیوں اور مار پیٹ کے جرم میں، پھر بھی حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق مجرم کو سزا دے یا اسے معاف کر دے، کیونکہ اس نوعیت کے جرائم میں بھی حاکم وقت کو تعزیر نافذ کرنے کا حق بہر حال حاصل رہتا ہے۔ یہ بات تو اس صورت میں ہے جبکہ عدالت تک معاملہ پہنچ جانے کے بعد ضرر رسیدہ شخص نے مجرم کو معاف کیا ہو۔ رہی وہ صورت جس میں مقدمہ دائر ہونے سے پہلے ہی وہ مجرم کو معاف کر چکا ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ حکومت کو اس صورت میں بھی دست اندازی کا حق ہے یا نہیں۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ اس حالت میں بھی حاکم کو دست اندازی کا حق ہے، اور وہ مظلوم کے معاف کر دینے پر بھی ظالم کو ماخوذ کر کے سزا دے سکتا ہے۔ کیونکہ حکومت کا حق دست اندازی مصلحت عامہ پر مبنی ہے اور کسی ایک فرد کا مجرم کو معاف کر دینا، اس حق کو ساقط نہیں کر سکتا۔[1]

اور جب یہ ثابت ہے کہ جرم جس نوعیت کا بھی ہو، معاشرے کو اس پر سزا دینے کا حق حاصل ہے تو اس سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہو جاتی ہے کہ مجرمین سے مواخذہ کرنا اور انہیں پکڑنا اور سزا دینا تمام حالات میں مصلحتِ عامہ کی خاطر اجتماعی نظام کا فریضہ ہے کیونکہ معاشرے کے اندر جن جرائم کا بھی ارتکاب ہو، بہر حال ان سے اس کی حرمت پر ضرب لگتی ہے اور اس کے حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ نیز اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ مجرم کے خلاف مقدمہ چلایا جانا اور اس پر سزا کا نفاذ بعض حالات میں شخص متضرر کے استغاثے پر موقوف نہ ہو اور نہ اسے معافی دینے، یا بری کر دینے یا مصالحت کر لینے کا حق ہو، بلکہ سزا دہی اس ادارے کے اختیار میں ہو جو قانون کی بالادستی قائم کرنے کا ذمہ دار ہے اور معافی حاکم وقت کے اختیار میں ہو اور وہ معاف صرف

[1] الاحکام السلطانیہ، الماوردی، ص ۲۲۵، ۲۶

اس حالت میں کرے جبکہ معاف کردینا سزا دینے کی بہ نسبت زیادہ مبنی بر مصلحت ہو[1]۔ البتہ یہ قاعدہ اس امر میں مانع نہیں ہے کہ بعض جرائم میں اگر مظلوم شخص ظالم کو معاف کردے تو یہ معافی سزا کی اس مقدار پر اثر انداز ہو جو عدالت اس جرم پر تجویز کرنے والی تھی۔ اور اسی طرح یہ اس میں بھی مانع نہیں ہے کہ قانون ساز ادارہ بعض خاص نوعیت کے جرائم پر مواخذہ کو شخصِ متضرّر کی جانب سے شکایت (COMPLAINT) پر موقوف کردے اور ان کے خلاف کارروائی کے مطالبے کا حق صرف متضرّر کو حاصل ہو[2]۔

میری یہ رائے کہ تعزیر کے معاملہ میں حق اللہ اور حق الفرد کا فرق کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اس کی تائید جن امور سے ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس تفریق پر جو اہم نتائج مرتب ہوتے ہیں ان کے بارے میں فقہاء کے درمیان بڑا اختلاف واقع ہوا ہے اور اس اختلاف کے ہوتے ہوئے یہ تقسیم بے فائدہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس سے پہلے میں اس بات کی وضاحت بھی کر چکا ہوں

---

[1] اگر اس کا اختیار فرد کو بھی دیا جائے تو بھی عدالت کی نگرانی میں استعمال ہو۔ اگر عدالت سمجھتی ہو کہ فرد اپنے اس اختیار کو صحیح استعمال نہیں کر رہا تو اُسے یہ اختیار رہنا چاہیے کہ وہ معافی کو نظر انداز کر کے سزا دے سکے (مترجم)

[2] مصر کے ایک قانون کی رُو سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ بعض جرائم کے سلسلے میں مقدمہ اس وقت تک قائم نہیں کیا جا سکتا جب تک شخصِ متضرّر یا اس کا وکیل خاص اس سلسلے میں زبانی یا تحریری شکایت پولیس یا مجسٹریٹ سے نہ کرے۔ اور یہ کہ کوئی ایسی شکایت قابلِ سماعت نہ ہوگی جو ارتکاب جُرم پر، یا مستغیث کے علم میں اس کے آنے پر تین مہینے گزر جانے کے بعد پیش کی جائے۔ جن جرائم کو اس ضمن میں لیا گیا ہے وہ یہ ہیں: قذف، گالم گلوچ، عیب لگانا، خاوند یا بیوی کا فعل زنا، عورت کے ساتھ حیا سوز حرکات، اگرچہ علانیہ نہ ہوں، جس بچے کے حقِ حضانت کے بارے میں عدالت نے فیصلہ دے دیا ہو اسے متعلق شخص کے حوالے نہ کرنا، والدین میں سے کسی ایک کا ایسے بچے کو اس شخص کی حفاظت سے لے جانا، اگرچہ یہ دھوکے اور جبر سے نہ ہو، یا جس کے خلاف نفقۂ زوجہ و اقارب یا اُجرتِ حضانت یا اُجرتِ رضاعت یا کرایہ مکان کی ڈگری ہو اور اس کا نوٹس مل جانے کے بعد بھی تین ماہ تک وہ رقم ادا نہ کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان جرائم میں سے اکثر ایسے ہیں جن کا تعلق افراد کے حقوق سے ہے اور جن میں معاشرے کے حق کے مقابلے میں افراد کا حق غالب ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے جس کے پیشِ نظر مصری مقننہ نے ان جرائم کے خلاف قانونی کارروائی کو شخصِ متضرّر کی زبانی یا تحریری یا بذریعہ وکیل خاص شکایت پر موقوف قرار دیا ہے۔ اسلامی شریعت میں فقہاء اس کی تعبیر یوں کرتے ہیں کہ جو تعزیر بطور حقِ فرد واجب ہو وہ دعویٰ پر موقوف ہوگی" یعنی اس میں مستحق کو خود دعویٰ دائر کرنا ہوگا

کہ ہر قسم کے جرم پر حکومت مجرم کو سزا دے سکتی ہے، اس میں فرد کا حق خواہ وہ کتنا ہی غالب ہو مانع نہیں ہو سکتا، اور ایسے مقدمہ میں فرد کا مجرم کو معاف کر دینا، یا اس کو بری کر دینا یا اس سے مصالحت کر لینا بھی حکومت کے اس اختیار کو ساقط نہیں کر دیتا کہ وہ مجرم کو پکڑے اور سزا دے۔ مزید برآں فقہاء کا زیادہ تر رجحان اس طرف ہے کہ جو تعزیر بطورِ حقِ فرد واجب ہے اس کا نفاذ بھی اسی طرح حکومت کے ذمہ ہے جس طرح بطورِ حق اللہ تعزیر کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہے۔ بعض فقہاء یہ بھی کہتے ہیں کہ جو تعزیر بطورِ حقِ فرد واجب ہے اس میں بھی اسی طرح تداخل (AMALGMATION) ہو سکتا ہے جس طرح تعزیر واجب بطورِ حق اللہ میں ہو سکتا ہے (یعنی یہ کہ متعدد سزاؤں کا نفاذ ایک ساتھ ہو نہ کہ الگ الگ)۔ رہی یہ بات کہ جو تعزیر بطورِ حقِ فرد واجب ہوتی ہے اس میں وراثت معتبر ہے اور جو بطورِ حق اللہ واجب ہوتی ہے اس میں مطالبۂ تعزیر کا حق وُرثا کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر مجرم فوت ہو جائے تو پھر تو دونوں قسم کے جرائم میں جرم کی ذمہ داری ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوتی، کیونکہ سزا ہمیشہ اُس شخص کو ملتی ہے جس نے جُرم کا ارتکاب کیا ہو، اور تعزیر کی یہ دونوں قسمیں سزا ہی کے ضمن میں آتی ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں تو دونوں قسموں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اگر شخص متضرر فوت ہو جائے تو مطالبۂ تعزیر کا حق صرف اِس صورت میں ورثا کی طرف منتقل ہوتا ہے جبکہ جُرم ایسا ہو جس میں تعزیر بطورِ حقِ فرد واجب ہوتی ہے، لیکن یہ فرق کچھ زیادہ اہم نہیں ہے، کیونکہ دونوں صورتوں میں سزا دینے والی حکومت ہی ہے، اور اگر مستحق وارث مجرم کو معاف بھی کر دے تو حکومت کا یہ اختیار ساقط نہیں ہوتا کہ وہ مجرم کو سزا دے۔ اس کے ساتھ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ حقوق کا انتقال بطورِ وراثت مالی حقوق (RIGHTS WHOSE VALUE CAN BE EXPRESSED IN MONEY) میں ہوتا ہے، اور مالی حقوق کے ساتھ، سب سے زیادہ مشابہ، حدِ قذف ہے، اور حنفیہ اس میں ورثہ کی طرف انتقال کو جائز نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ اسے قابلِ انتقال سمجھتے ہیں وہ بھی صرف اِس بنا پر کہ قذف سے مقذوف کے باپ دادا اور اس کی اولاد کی عزت کو بٹہ لگتا ہے، یعنی بالفاظ دیگران کی اپنی ہتک عزت ہوتی ہے۔ امام شافعی بے شک اس بات کے قائل ہیں کہ حدِ قذف میں، حقِ سزا ورثہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، لیکن اس کی نوعیت حقیقی وراثت کی نہیں ہوتی بلکہ یہ حق تمام ورثاء

کو مکمل طور پر حاصل ہوتا ہے، وراثت کی طرح اس میں تقسیم نہیں ہوتی۔ نیز حدِ قذف میں جو مضرت ہوتی ہے اور جُرم موجبِ تعزیر میں جو مضرت ہوتی ہے ان میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔

جو کچھ اُوپر کہا گیا ہے اس کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعزیر خواہ بطورِ حقِ فرد واجب ہو یا بطور حق اللہ، دونوں صورتوں میں وہ عام فوجداری قانون کی سزا ہی ہے جس کی نوعیت اس معاملہ میں حدود کی سزاؤں سے مختلف نہیں ہے، کیونکہ زیرِ بحث تعزیر کی دونوں قسمیں اپنی اکثر خصوصیات میں ایک جیسی ہیں اور اس سے ان کے درمیان فرق و امتیاز، بڑی حد تک بے وقعت ہو جاتا ہے۔

ماہنامہ **چراغ راہ** کراچی

سوشلزم نمبر

مجلہ ادارہ معارف اسلامی کے مضامین کی ایک جھلک

- اشتراکیت کا علمی جائزہ — عبدالحمید صدیقی
- اشتراکیت اور مذہب — محمد عثمان رمز
- سوشلزم یا اسلام — خورشید احمد
- اشتراکیت اور معاشی ترقی — حسین خاں
- عرب سوشلزم — آباد شاہ پوری
- روسی استعمار کی مسلم کش پالیسی
- الجزائری سوشلزم — ممتاز احمد
- پاکستان میں اشتراکی سرگرمیاں — یعقوب طاہر

۵۲۸ صفحات قیمت: ۶ روپے

اس نمبر سے سالانہ خریدار بننے والوں کے لیے سال بھر کا چندہ ۱۲/۵۰ روپے صرف

ہر کتب فروش کے ہاں مل سکتا ہے۔ یا

دفتر چراغ راہ، ہرمزجی اسٹریٹ کراچی

سے طلب فرمائیں